دورہ ترکی

اس سال مئی کے مہینے میں ہمیں جسٹس اکیڈمی آف ترکی کی جانب سے ایک دعوت نامہ موصول ہوا کہ چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت بمعہ دو جج صاحبان کے جسٹس اکیڈمی ترکی کا دورہ کریں۔اسی طرح کے دعوت نامے ہماری فیڈرل جوڈیشل اکیڈمی اور دوسرے جج صاحبان کو بھی موصول ہوئے۔ابتدائی طور پر یہ دعوت نامے خالد امین صاحب جو پہلے فیڈرل جوڈیشل اکیڈمی کے ڈائریکٹر تھے کے ذریعے موصول ہوئے تھے کیونکہ وہ پہلے بھی ترکی کا اس طرح کا دورہ کر چکے تھے۔بعد میں یہ دعوت نامے بلاواسطہ طور پر ہمیں موصول ہوئے۔پاکستان اور ترکی دوستی اور محبت کے ایک لازوال رشتے میں منسلک ہیں۔عام طور پر دوممالک کی دوستی کچھ مشترکہ مفادات یا سیاسی ضروریات کے تابع ہوتی ہے لیکن پاکستان اور ترکی کے معاملے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ان دوممالک کے عوام کا آپس میں ایک رشتہ ہے جس کو صرف محبت اور احترام کا نام دیا جاسکتا ہے۔آپ ترکی میں کہیں پر جاکر کسی کو کہہ دیں کہ آپ پاکستانی ہیں تو پھر دیکھیے کہ وہ آپ سے کس پیار اور محبت سے ملتا ہے۔ایسی صورت میں جسٹس اکیڈمی ترکی کی جانب سے آیا ہوا دعوت نامہ قبول نہ کرنا شاید زیادتی ہوتی۔ترکی کی حکومت نے اپنی محبت کے اظہار میں ایک اور اضافہ یہ بھی کیا تھا کہ وفد کے تمام اخراجات ترکی حکومت نے اپنے ذمہ لے لئے۔اس طرح سے گیارہ افراد کا ایک وفد ۱۵ ؍مئی کو ٹرکش ایئر لائنز سے ترکی کے لئے روانہ ہوا۔اس وفد میں میرے علاوہ جناب جسٹس شیخ نجم الحسن، محترمہ اشرف جہاں، جناب جسٹس فصیح الملک، جناب جسٹس مفتاح الدین، جناب جسٹس عامر فاروق، جناب جسٹس محمد علی مظہر، جناب جسٹس جمال خان مندوخیل، جناب فخر حیات اور جناب خالد امین بھی شامل تھے۔ ٹرکش ایئر لائنز کے جہاز نے صبح ۰۰:۵ بجے اسلام آباد ایئر پورٹ سے اڑان بھری اور ساڑھے پانچ گھنٹے کی اڑان کے بعد جب ہم استنبول پہنچے تو وقت دو گھنٹے پیچھے جا چکا تھا۔استنبول ایئر پورٹ پر عموماً بے انتہا رش ہوتا ہے اس لئے کہ دنیا بھر سے جہاز ہر ایک منٹ کے بعد یا تو اتر رہے ہوتے ہیں یا فضا میں بلند ہو رہے ہوتے ہیں۔ہمیں تقریباً چار گھنٹے ایئر پورٹ پر گزارنے تھے لیکن وقت کا پتہ ہی نہیں چلا اور ہمیں اگلا جہاز انقرہ کے لئے مل گیا۔انقرہ پہنچنے پر پاکستانی سفارتخانے کی جانب سے ایک افسر نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ساتھ ہی جسٹس اکیڈمی کی جانب سے ایک جج صاحب موجود تھے۔ان جج صاحب کا نام احمت طاقچی تھا، انتہائی خوبصورت اور خوب سیرت نوجوان، صوم وصلوٰۃ کے پابند، ہنس مکھ البتہ کسی حد تک انا پرست تھے۔نتیجتاً ہمیں اپنا سامان اٹھانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور شام تک ہم ایک خوبصورت ہوٹل میں پہنچ چکے تھے۔ہوٹل شہر سے تھوڑے فاصلے پر تھا لیکن ایک ایسی جگہ پر تعمیر ہوا تھا کہ ہر کمرے سے انتہائی خوبصورت منظر ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا۔یہ ہوٹل ایک جھیل کے کنارے واقع تھا اور ہر کمرہ ایک ایسے زاویہ پر تھا کہ ہر وقت انتہائی ٹھنڈی ہوا باہر سے کمرے میں آ رہی ہوتی تھی، اکثر اوقات ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے سردی محسوس ہونے لگتی تھی۔صبح سویرے احمت طاقچی ایک گاڑی لے کر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ہم جسٹس اکیڈمی انقرہ پہنچے تو وہاں کے صدر جناب یلماز عاقل نے ہمارا استقبال کیا۔یہ صدر صاحب انتہائی باوقار شخصیت کے مالک، بہت خوبرو اور دھیمے مزاج کے شخص تھے۔یہ اکیڈمی ایک بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے جس میں جج صاحبان مرد اور خواتین خواہ وہ بلاواسطہ طور پر مقرر ہوئے ہوں یا وکیلوں سے لئے

گئے ہوں، یہ سب لوگ جج بننے کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں ایک ایسے ہال میں لے جایا گیا جہاں پر ہاتھ سے بنی ہوئی خوبصورت پینٹنگز لگی ہوئی تھیں۔ ہمیں یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ وہ پینٹنگز اکیڈمی میں موجود جج صاحبان نے بنائی تھیں۔ جناب یلماز عاقل صاحب نے پہلے تو ہمیں اکیڈمی کی عمارت اور وہاں پر موجود زیرِ تربیت افسران کے متعلق بتلایا، اکیڈمی کے مقاصد اور طریقۂ کار سے روشناس کرایا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ اکیڈمی کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ زیرِ تربیت افسران کی ذہنی وسعت، پختگی اور بالیدگی کے لئے ان کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ قانون کی تعلیم کے علاوہ دیگر مشاغل میں بھی وہ حصہ لیں اور اس وجہ سے پینٹنگز کے علاوہ کھیل کے میدان بھی بنائے گئے ہیں جہاں پر مختلف کھیلوں میں زیرِ تربیت افسران حصہ لیتے ہیں۔ بات چیت کے دوران ہماری تواضع ترکی کی چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔ ترکی کی چائے ایک مخصوص طریقے سے بنائی جاتی ہے جو دودھ اور چینی کے بغیر لیکن خوشبو سے بھری ہوتی ہے۔ اس کے پینے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ایک دوسرے ہال میں ہمیں لے جایا گیا جہاں پر چاکلیٹ، چائے اور دیگر اشیاء وغیرہ رکھی گئی تھیں اور اکیڈمی میں زیرِ تربیت افسران وہاں سے پیسے ڈال کر اپنی ضرورت کی چیز لے لیتے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہاں پر کوئی شخص پیسے لینے اور چیز دینے کے لئے موجود نہ تھا نہ ہی کوئی کیمرہ لگایا گیا تھا، زیرِ تربیت افسران خود پیسے رکھ کر اپنی ضرورت کی چیز اٹھا لیتے۔ جناب یلماز صاحب نے ہمیں بتایا کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ چیزوں کے مقابلے میں پیسے کم پڑ گئے ہوں۔ البتہ ہنستے ہوئے انہوں نے بتایا کہ کبھی زیادہ پیسے بھی نہیں ملے۔ اُن کے مطابق یہ بھی افسران کی تربیت کا ایک حصہ تھا کہ یہاں پر ایک ایسی فضا قائم کی جائے کہ زیرِ تربیت افسران پر اعتماد کیا جائے اور اُن کو ایک موقع دیا جائے کہ وہ اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہ پہنچائیں۔ اکیڈمی کے مختلف حصے دیکھنے پر ہمارا کافی وقت گزرا اور دوپہر تک ہم اس اکیڈمی کی کینٹین میں پہنچ گئے جہاں پر ہماری تواضع ایک انتہائی پُرتکلف ضیافت سے کی گئی۔ اکیڈمی میں زیرِ تربیت جتنے افسران سے ہم ملے ان سے ملنا ایک خوشگوار تجربہ تھا۔ زیرِ تربیت افسران مرد اور خواتین دونوں پر مشتمل تھے، انتہائی صاف ستھرے لباس میں ملبوس تمام مرد و خواتین کے درمیان ایک اعتماد اور احترام کا رشتہ تھا اور پوری اکیڈمی میں ایک مکمل نظم و ضبط کا ماحول موجود تھا۔ لیکن اس ماحول کو قائم رکھنے کے لئے نہ تو چوکیدار تھے نہ کوئی دوسرا عملہ بلکہ یہ ماحول خود زیرِ تربیت افراد نے قائم کیا تھا اور یہی وہ چیز تھی جو ہم نے محسوس کی کہ شاید ہم میں ہے بھی نہیں اور ہم پیدا بھی نہیں کر سکتے ورنہ اکیڈمی بنانا شاید اتنا مشکل نہیں۔

اسی دن جسٹس اکیڈمی کے بعد ہم کانسٹیٹیوشنل کورٹ گئے۔ عدالتوں کے سلسلے میں ہم نے محسوس کیا کہ ترکی کی حکومت وقت اور حالات کے ساتھ اپنا طریقۂ کار بدلتی رہتی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم لکیر کے فقیر ہیں، ہر نیا وقت ایک نیا چیلنج لے کر سامنے آتا ہے اور ہر نئے چیلنج سے نمٹنے کے لئے ایک نئی سٹریٹجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم ماضی کے بنائے ہوئے راستوں سے ہٹ نہیں سکتے۔ لیکن ترکی کی حکومت نے ایک ایسا عدالتی نظام قائم کیا ہے کہ جو ماضی کے عدالتی نظام سے مکمل طور پر مختلف ہے۔ وہاں تقریباً تین سپریم کورٹس ہیں۔ ہر جج کو وہ پریذیڈنٹ کہتے ہیں۔ سول اور فوجداری عدالتیں علیحدہ کر کے ان کی اپیلیں بھی مختلف عدالتوں میں ہوتی ہیں۔ اس طرح کیسز تقسیم ہونے کے بعد مخصوص عدالتوں میں جانے سے فیصلے جلدی ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ تمام عدالتی نظام کو کمپیوٹر پر ڈال دیا گیا ہے۔ تفتیش باقاعدہ

پراسیکیوٹرز کے زیرِ نگرانی ہوتی ہے یا پراسیکیوٹرز خود کرتے ہیں۔ تفتیش کے دوران ہر وقت ملزم کو تھانے میں نہیں لایا جاتا بلکہ اکثر اوقات کمپیوٹر کیمرہ کے ذریعے پوچھ گچھ ہوتی ہے اور نتیجتاً اخراجات بھی کم ہوتے ہیں اور وقت بھی کم لگتا ہے۔ اس تمام نظام کو متعارف کروانا بھی اس دورہ کا ایک مقصد تھا۔ کانسٹیٹیوشنل کورٹ کے پریذیڈنٹ جناب زتو ارسلان تھے۔ یہ عدالت ایک بہت بڑی عمارت میں واقع تھی۔ زتو ارسلان صاحب نے تمام وفد سے ملاقات کی، عدالت کا تعارف کروایا، پاکستان کے عوام سے اپنی محبت کا اظہار اور پاکستان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ یہ کانسٹیٹیوشنل کورٹ آئینی مقدمات سنتی ہے لیکن اس کے علاوہ دیگر فرائض بھی اس عدالت کے حوالے کئے گئے ہیں۔

اگلے دن یعنی ۱۷ مئی کو ہم منسٹری آف جسٹس پہنچے جہاں ہماری ملاقات وزارتِ قانون کے کچھ افسران سے ہوئی اور اسی دن ہم کورٹ آف کاسیشن اور کونسل آف سٹیٹ کی عمارت میں گئے۔ کورٹ آف کاسیشن کے پریذیڈنٹ جناب اسماعیل روستو سیرٹ تھے اور کونسل آف سٹیٹ کی پریذیڈنٹ محترمہ زرین گنگول تھیں۔ ان دونوں صاحبان سے ملاقات بجائے خود ایک عزت کی بات تھی۔ اِن دونوں حضرات نے پاکستانی حکومت اور عوام کے لئے جس محبت کا اظہار کیا وہ ہم بھولنا بھی چاہیں تو شاید بھول نہ پائیں۔ ہمیں ہر جگہ پر اُن کی محبت نے ایک بات پر شرمندہ کیا کہ پاکستان نے ترکی کی جنگ آزادی میں جو کردار ادا کیا تھا ترکی کی عوام اسے بھول نہیں سکتے۔ ہم نے ہر جگہ یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ بھائیوں کے رشتے میں احسان نہیں ہوتا لیکن اُن کی محبت ہمیشہ ہمارے شکریے سے بڑھ کر ہوتی۔ اُسی رات ہمیں ترکی میں پاکستان کے سفیر جناب سہیل محمود نے عشائیہ پر بلایا۔ سہیل محمود صاحب انتہائی پُروقار شخصیت کے مالک ہیں۔ دھیمے انداز میں گفتگو اور محبت بھرے جذبات ان کی شخصیت کا خاصہ تھے۔ اُن کی بیگم نے بھی ضیافت/کھانے میں شامل ہو کر ہمیں عزت بخشی۔

۱۸ مئی کو ہم نے ڈسٹرکٹ کورٹس کا دورہ کیا جو ایک بہت بڑی بلڈنگ تھی۔ عدالتی طریقۂ کار، تفتیش کا طریقہ، کمپیوٹرائزیشن پروگرام، عدالتی عمارتیں، وہاں پر موجود وکلاء غرض ہر چیز مختلف تھی اور اگر ان تمام چیزوں کی تفصیل لکھنے بیٹھ جائیں تو بہت زیادہ وقت درکار ہو، بہر حال یہ ہماری معلومات میں ایک خوبصورت اضافہ تھا۔ لیکن اس کے بعد ایک خوبصورت چیز جس کا ہمیں تجربہ ہوا وہ یہ تھی کہ احمت طاقچی صاحب ہمیں دوپہر کے کھانے کے لئے ایک ایسے ریستوران میں لے گئے جو ایک جیل میں واقع تھی۔ انقرہ میں انہوں نے ایک کھلی جیل بنا رکھی ہے جو ایک بہت بڑے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس جیل میں مختلف کارخانے ہیں جہاں بنی ہوئی چیزیں باہر ایک آؤٹ لیٹ (Outlet) پر کافی کم قیمتوں پر بکتی ہیں۔ ساتھ ہی ایک ریستوران ہے جس کے تمام بیرے جیل کے قیدی ہیں، نئے قیدی تربیت بھی حاصل کرتے ہیں اور پرانے قیدیوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اس جیل میں ان قیدیوں کو رکھا جاتا ہے جن کو کم سزائیں عام جرائم میں ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ قیدی جب چاہیں بھاگ سکتے ہیں لیکن کبھی بھاگنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب قیدی جیل میں کام شروع کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اسے تنخواہ ملنا شروع ہو جاتی ہے اور سوشل سیکیورٹی بھی ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سوشل سیکیورٹی کے تحت اُس کے خاندان کے افراد کو تعلیم اور علاج معالجے کی سہولت مل جاتی ہے اور اگر کوئی قیدی بھاگ جائے تو یہ سوشل سیکیورٹی ختم ہو جاتی ہے اور بھاگنے کے بعد اگر دوبارہ پکڑا جائے تو سزا انتہائی سخت ہوتی ہے جبکہ اس جیل میں قیدی کی زندگی انتہائی آرام دہ ہوتی ہے۔ اب یہ بھی ایک نیا تجربہ تھا جو ہم نے کبھی اپنے ملک میں نہیں دیکھا تھا۔

انقرہ میں کچھ اور عمارتیں دیکھنے کے بعد اگلے دن ہم استنبول کے لئے روانہ ہوئے۔ استنبول میں ہم نے تین دن گزارے۔ استنبول ایک انتہائی تاریخی شہر ہے جس کے ہر قدم پر تاریخ کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔ ہم نے استنبول میں اپنی سیر کی ابتدا حضرت ایوب انصاریؓ کے مزار سے کی۔ استنبول میں ہزاروں مساجد اور بے شمار تاریخی عمارتیں ہیں۔ استنبول کے اردگرد بنی ہوئی سینکڑوں سال پرانی دیوار، سلطان احمد مسجد جو عام طور پر Blue Mosque کے نام سے مشہور ہے، آیا صوفیہ کی عمارت، ٹاپکپی پیلس (Topkapi Palace)، خلیج باسفورس، بحر مارمرہ، بلیک سی (Black Sea)، غرض بیشمار جگہیں ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سمندر میں ہر وقت چھوٹے جہاز چلتے رہتے ہیں اور بیشمار لوگ ہر وقت زندگی کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ احمت طاقچی کی معیت میں شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں ہم نہیں گئے۔ ۲۱ مئی کو جب ہم پاکستان کے لیے روانہ ہوئے تو اکیڈمی آف جسٹس، ترکی کی مہمان نوازی، ترکی کی عوام کی محبت اور ترکی کے حسین مناظر کا ایک ایسا خزانہ ہمارے ساتھ تھا جو ہمیشہ زندگی کی حسین یادوں کا ایک حصّہ بنا رہے گا۔

جسٹس ریاض احمد خان
چیف جسٹس
وفاقی شرعی عدالت
اسلام آباد (پاکستان)
۱جولائی، ۲۰۱۶